غدارانِ ختم نبوت کا انجام

شورش کاشمیریؒ

جن لوگوں نے تحریک تحفظ ختم نبوت پر ظلم کیا تھا وہ کیونکر مرے اور ان کے ساتھ کیا بیتی ؟

اللہ تعالیٰ سردار عبدالرب نشتر کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ایک دن عندالملاقات راقم سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

’’ختم نبوت کی تحریک (۱۹۵۳ء) کے دوران جن لوگوں نے اقتدار کے زعم میں فدایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہایا ان کا انجام ورق عبرت ہو گیا۔انھیں قدرت نے اتنی زبردست سزا دی کہ اس کا تصور کرتے ہوئے جی کانپتا ہے۔وہ سزا کیا تھی اور عبرت کیا؟‘‘ سردار صاحب نے تفصیلات نہیں بتائیں۔لیکن راقم بعض واقعات سے آگاہ ہے۔مثلاً قلعہ لاہور میں علماء کو تفتیش کے لیے رکھا گیا تو پولیس کا جو آفیسران علماء پر مامور تھا اس نے اتنی گندی زبان استعمال کی کہ ہم ملفوف سے ملفوف الفاظ میں بھی بیان نہیں کر سکتے۔پھر اس کا جو انجام ہوا ہمارے سامنے ہے۔اگلے ہی دن اس کی جوان لڑکی تالاب میں ڈوب کے مر گئی۔قدرت یونہی عبرت سکھاتی ہے۔

ایک دوسرے سپرنٹنڈنٹ پولیس جو اُن دنوں سی آئی ڈی میں اے سیکشن کے انچارج تھے،ایک مسلح دستہ،پولیس لے کر مال روڈ پر نوجوانوں کے ایک ہجوم پر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگانے کی پاداش میں گولیوں کی بارش کروائی۔کئی ایک نوجوان شہید ہو گئے۔وہ ان کی لاشوں کو ٹرک میں لاد کر جانے کہاں لے گئے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سپرنٹنڈنٹ پولیس کو چند دنوں ہی میں سزا دی۔اس کا بیٹا کھیلتا ہوا اس طرح گرا کہ اس کے پیٹ میں شکستہ بوتل کے ریزے چلے گئے اور وہ آناً فاناً رحلت کر گیا۔وہ ایک ہی سپرنٹنڈنٹ پولیس جو خود اپنے حلقوں میں کبھی عزت پیدا نہ کر سکا۔اس پر پولیس کے اہلکار اور آفیسر بھی لعنت بھیجتے رہے کہ وہ نوکری کے غرور میں اندھا ہو چکا تھا۔ہر شخص کو معلوم ہے کہ ایک ڈپٹی کمشنر جس نے مسلمان عوام پر تحریک کے چار دنوں میں وحشیانہ ظلم کیے،پاگل ہو گیا تھا پھر بہت دنوں پاگل خانے میں رہا...... یہ تو خیر معمولی افسروں کے واقعات ہیں اور راقم کو ذاتی طور پر معلوم ہے کہ بعض پولیس آفیسر جو فدایانِ ختم نبوت کے معاملہ میں فرعون ہو گئے تھے،ان کا انجام کیا ہوا اور وہ کس طرح تڑپ تڑپ کر مرتے رہے اور ان کی اولاد پر کیا بیتی ؟ ملک غلام محمد اُن دنوں گورنر جنرل تھے۔انھوں نے ہماری ثقہ معلومات کے مطابق شیخ دین محمد گورنر سندھ کی اس تجویز کو مسترد کر دیا تھا کہ قادیانی فرقے کو فی الفور اقلیت قرار دیا جائے۔شیخ صاحب نے اس سلسلہ میں ایک آئینی و دستوری مسودہ تیار کیا۔الحمدللہ وہ محفوظ ہے،لیکن ملک غلام محمد بعض عادتوں میں سر ظفر اللہ خان کے ساتھی تھے۔انھوں نے ختم نبوت کے مضمرات پر غور نہ کیا اور وہ قیمتی مسودہ ٹھکرا دیا بلکہ اس جرم میں ایک سازش کے تحت شیخ صاحب کو گورنری سے سبکدوش کر دیا۔ملک غلام محمد کس طرح مرے سب کو معلوم ہے۔وہ آخری ایام میں دماغ کے تعطل کا ورق عبرت تھے۔کسی مسلمان کہلانے والے کی موت اس سے زیادہ عبرت ناک کیا ہو سکتی ہے کہ وہ مر جائے تو اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ ملے۔ملک غلام محمد گوروں کے قبرستان میں دفن کیے گئے اور اب شاید وہ قبر ہی مٹ چلی ہے۔کسی پھول یا چراغ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔کوئی مسلمان انھیں عزت سے یاد نہیں کرتا اور نہ کسی رعایت ان کا عزم سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔وہ خدا و عوام دونوں کے معتوب ہو کر مرے تھے۔اسکندر مرزا اس زمانہ میں ڈیفنس سیکرٹری تھے۔وہ ختم نبوت کی تحریک کو کچلنے کے لیے اتنے بے تاب تھے کہ لاہور گورنر ہاؤس میں افسرانِ مجاز سے چیخ چیخ کر پوچھتے کہ مجھے یہ نہ بتاؤ فلاں جگہ امن قائم ہو گیا ہے۔یہ بتاؤ کہ تم کتنی لاشوں کا مژدہ لائے ہو۔کوئی گولی ضائع تو نہیں ہوئی۔اس اسکندر مرزا کے انجام سے ایک دنیا واقف ہے کہ ملک سے نکالا گیا۔لندن کے ایک ہوٹل میں منیجر ہو گیا۔پھر وہاں فاحشہ عورتوں کی دلالی کرتا رہا۔آخر بے بسی میں نذرِ اجل ہوا تو لحد کے لیے وطن کی زمین نصیب نہ ہوئی،دیارِ غیر میں مرا اور ایک دوسرے ملک میں قبر کے لیے جگہ ملی۔

یہ واقعات ہم نے اس لیے لکھے ہیں کہ آج بھی سرکاری ایوانوں میں بعض اس قسم کے وزراء و حکام موجود ہیں جنھیں مزدور کے پسینہ سے تو ہمدردی ہے لیکن ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس سے نہیں۔ہم انھیں یہی کہیں گے:

خدا کی غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈرو